International Research Journal of Religious Studies, Vol.:1, Issue: 01,July-Dec 2021 PP: 1-20

OPEN ACCESS
IRJRS
ISSN (Online): 2959-1384
ISSN (Print): 2959-2569
www.irjrs.com

علم الضبط: تعارف وارتقاء ایک تحقیقی جائزہ

ILM AL DABT INTRODUCTION AND EVOLUTION: A RESEARCH REVIEW

Sara bano
Phd research Scholar the university of Lahore.
Email: sarabanosara@gmail.com
https://orcid.org/ 0000-0002-7653-0855

Muhammad Imran Raza Tahavi
PhD research Scholar, The University of Lahore.
Email: tahavi381@gmail.com
https://orcid.org/0000-0003-2497-1875

Abstract

The accurate writing is a fundamental requirement for correct recitation of The Quran. The foundation and quality of writing is based on "Ilm-al-Rasm" and in quality of Qirat is largely based on "Ilm-ul-Zabt". The types of Ilm-ul-Zabt are "Nuqat-al-Araab" and "Nuqat-al-Ajaam". Nuqat-al- Arab are the signs like "Al-harkah" "Sukuoon, Tashdid, and Madd, etc. Nuqat-al-Ajaam are symbol that eradicate the difficulty found in words and become cause in identifying the phonetic and facial in many words which we know as the "Nuqat of letters". The letters with Nuqat are called "Mujam letters" and without Nuqat are called "Mouhmal letters". Initially, Quran was empty from all these signs. Due to the need of time this knowledge was innovated in Ameer Mauwia's Era (died 60.H) which was initially imposed by the Imam of time Abu Aswad Aldwali (69) on the order of Ziaad bin abi Ziaad (53) in the shape of round dots with the different colours of inks from the colour of Musaf's ink. Then Imam Al-Nasr bin-Asim -Al-Lysi (89.H) and imam Yahya ibne Yamar Al- Udwani (129.H) applied the dots on letters with the Ink as same of Mushaf's ink in order to

CC BY

distinguish the confusing letters by the command of Hajaj bin Yousaf (95.H) in Abdul Malak bin Marwan (86.H) reign. After this Imam Khalil bin Ahmad Al Fraheedi (170.H) changed the "Nuqat-al-Araab" into "Harkaat" giving them beautiful shapes in order to remove the difficulties to differentiate different dots and made these signs symbolic with different names like" Fatah", "Damma", "Kasrah", "Sukuoon", "Tashdid", and "Madd" etc. Initially different point of views was found about "Ilm-al-Dabat" because it was invented after the era of Prophet (PBUH) and Khulfhaa-e-Rashedeen and it is just like as Abu Bakar Saddique (R.A) combined the Mushaf in scriptures but after this scholar approved it as "Al-Mustahib". Moreover, the scholar of Muslim Ummah agreed upon "Istehbab" of "Al-Nuqat". Apart from this Non-Muslims scholars blamed that Muslims are changing the Quran through "Ilm-al-Dabat". Some Muslims scholars prostrated from Western way of thinking and by becoming the victim of conspiracies protest against "Ilm-al-Dabat" which is nothing than a fruitless effort. A major reason for the opponent's effort is that a few Muslims are engaged in the field of this knowledge.

***Key Words**: Ilm-ul-Zabt, Nuqat-al-Arab, Al-harkah, Damma , Kasrah, Istehbab.*

موضوع کا تعارف

تلاوت کلام پاک کے لیے لازم ہے کہ اس کی کتابت درست طریقہ سے کی جائے ۔ علم الرسم سے کتاب کی صحت اور اس کے معیاری ہونے کا پتہ چلتا ہے ۔قراءت کی صحت بھی بڑی حد تک علم الضبط پر انحصار کرتی ہے ۔ علم الضبط کو نقط الاعراب اور نقط الاعجام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ نقاط والاعراب وہ علامات ہیں جن کی دلیل حرکت و سکون اور ہمزات وغیرہ ہیں۔ وہ خاص نشانات (نقطے) یعنی وہ حروف جو الفاظ کے درمیان التباس واشکال کو دور کرنے اور الفاظ کی صوتی و صورتی کو سمجھنے کا وجہ بنتے ہیں نقط الاعجام کہلاتے ہیں، جنھیں ہم حروف کے نقاط کے ناموں سے بھی جانتے ہیں۔ لہٰذا وہ حروف جو نقطوں والے ہیں انہیں معجم حروف اور مہمل حروف بغیر نقطوں والے حروف ہوتے ہیں۔ ابتداء میں قرآنِ کریم ان تمام علامات سے خالی تھا، پھر وقت کی ضرورت کے پیشِ نظر امیر معاویہؓ (ت60ھ) کے عہدِ حکومت میں یہ علم معرضِ وجود میں آیا، جس کی ابتداء زیاد بن ابی زیاد (ت53ھ) کے حکم سے وقت کے امام ابوالاسود الدؤلی (ت69ھ) نے اعراب کے لئے مصحف کی سیاہی سے مختلف روشنائی کے ساتھ گول نقطوں (نقط الاعراب) کی صورت میں کی۔ پھر عبدالملک بن مروان (ت86ھ) کے دور میں حجاج بن یوسف (ت95ھ) کے حکم سے امام نصر بن عاصم اللیثی (ت89ھ) اور امام یحیٰ بن یعمر العدوانی (ت129ھ) نے باہم متشابہ حروف میں فرق کرنے کے لئے مصحف کی ہم رنگ سیاہی سے حروف پر نقطے (نقط الاعجام) لگائے۔ اس کے بعد امام خلیل بن احمد

الفراہیدی(ت170ھ) نے مختلف نقطوں میں فرق کرنے کی مشقت کو دور کرنے کے لئے نقط الاعراب کو حرکات کی صورت میں بدل کر خوبصورت علامات کی شکل دی، اور ان علامات کو مختلف ناموں سے موسوم کیا، جیسے حرکات، یعنی فتحہ، ضمہ، کسرہ، تنوین، سکون، تشدید اور مد وغیرہ۔ ابتداء میں آئمہ کرام کے ہاں علم الضبط کے بارے کافی اختلاف پایا گیا، اس کی سبب یہ بھی تھا کہ یہ علم نبی مکرّم ﷺ اور خلفائے راشدین کے بعد کی تخلیق ہے۔ یہ علم بھی تقریباً ایسا ہی ہے جیسے خلیفہ اوّل صدیق اکبر کے دور خلافت میں قرآنِ کریم کو صحف میں مدون کیا گیا۔ علم الضبط کو بعد کے علماءِ کرام نے ضروری قرار دیا، بلکہ نقاطِ مصاحف کے استحباب پر علماءِ امّت کا اتفاق ہے۔ جبکہ مستشرقین علم الضبط کے حوالے سے مسلمانوں پر قرآنِ کریم میں تحریف کے الزامات ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اسی طرح مغربی طرزِ فکر سے مغلوب بعض مسلم مفکرین بھی مستشرقین کی ان گھٹیا سازشوں کا شکار ہو کر علم الضبط کی مخالفت میں آواز اٹھاتے ہیں جو لاحاصل کوشش کے سوا کچھ نہیں۔ مخالفین کی ان کوششوں کی ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ بہت کم مسلمان اس علم کے میدان میں مصروف ہیں۔ تعارفِ موضوع

قرآنِ کریم وہ عظیم الشان کتاب ہے جسے کتابِ الٰہی ہونے کا شرف حاصل ہے اور اس کی اللہ تعالیٰ نے تا ابد حفاظت کی ذمہ داری خود لیتے ہوئے فرمایا۔ ارشادِ ربانی ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَـٰفِظُونَ﴾(1) بے شک اس ذکر(قرآن) کو ہم نے نازل کیا اور ہم خود اس کے محافظ ہیں۔ یہ حفاظتِ الٰہیہ ہی کا نتیجہ ہے کہ چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے باوجود قرآنِ کریم کا ہر لفظ، ہر کلمہ، ہر آیت، ہر قراءت، یہاں تک کہ کلماتِ قرآنیہ کا رسم و ضبط بھی نہ صرف محفوظ و مامون ہے بلکہ حفاظتِ الٰہی کے حصار میں دشمنانِ اسلام کے لئے ایک کھلا چیلنج بنا ہوا ہے، جو امتدادِ زمانہ اور اعداءِ اسلام کی بھرپور گھٹیا سازشوں کے باوجود کسی بھی قسم کی تصحیف و تحریف کا شکار نہیں ہوا۔ کیونکہ ربِ کریم نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے فرمادیا تھا: ﴿لَّا يَأْتِيهِ ٱلْبَـٰطِلُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِۦ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾(2) باطل نہ تو اس(قرآن) کے سامنے سے اس پر حملہ آور ہوسکتا اور نہ ہی اس کے مخالت سمت سے(حملہ آور ہوسکتا ہے)، یہ حکیم و حمید(اللہ) کی جانب سے نازل شدہ ہے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم سے متعلقہ تمام علوم ہی انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ اسی طرح ان میں سے ایک اہم موضوع علم الضبط بھی ہے۔ یعنی کلماتِ قرآنیہ کے اعراب پر مشتمل اصول و قواعد کا علم۔ لفظ ضبط کا لغوی مفہوم چمٹ جانا، مضبوط انداز سے پکڑ لینا اور محفوظ کرلینے کو کہتے ہیں۔ اصطلاحاً علم الضبط سے وہ علم مراد لیا جاتا ہے جس کے ذریعے حرف کے ساتھ آنے والی علامات یعنی حرکت، سکون، تشدید اور مد وغیرہ کی پہچانا جاتا ہے۔ علم الضبط کے موضوع میں الفاظ کے دوران پیش آنے والی علامات و نشانات مثلاً حرکات، عدمِ حرکات، محلِ حرکات اور لونِ حرکات وغیرہ پر بحث کی جاتی ہے۔ اس علم کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ حروف میں التباس و احتمال کا خاتمہ ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے متحرک و ساکن، مشدد و مخفف، مکسور اور مفتوح و مضموم آپس میں ملتبس نہ ہونے پائیں۔(3)

اہمیتِ موضوع

بلا شبہ اسلامی طرز زندگی میں قرآنِ کریم اور اس سے متعلقہ تمام علوم کی اہمیت کسی بیان کی محتاج نہیں۔ قرآن کریم سے متعلق ہر علم اپنے اندر بہت گہرائی اور وسعت رکھتا ہے۔ اسی طرح علم الضبط (قرآن کریم کے اعراب کا علم) ہے۔ یہ موضوع نہایت ہی اہم ہے کیونکہ قرآن پاک کو پڑھنے کے لیے اس کے اعراب کا صحیح علم اور ان کو ادا کرنے کے صحیح قواعد کا علم ہونا بہت

ضروری ہے۔ تاکہ ہم قرآن پاک کی تلاوت کے وقت ہر چھوٹی بڑی غلطی سے بچ سکیں۔ کیونکہ قرآن پاک کوئی عام کتاب نہیں ہے کہ اسے ہم جس طرح مرضی پڑھیں بلکہ اس کے معاملے میں بڑی احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ قرآن پاک کے بعض مقامات پر ایسا نازک مسئلہ بھی پیش آتا ہے کہ معمولی سی اعرابی غلطی سے اس کے معانی اتنے تبدیل ہو جاتے ہیں کہ اصل معانی کے بالکل متضاد ہو جاتے ہیں۔ کبھی تو معاملہ کفر تک پہنچ جاتا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: «إِنَّ اللهَ يُحِبُّ أَنْ يُقْرَأَ الْقُرْآنُ كَمَا أُنْزِلَ»[4] بے شک پسند کرتا ہے اللہ تعالی اس بات کو کہ قرآنِ کریم ایسی طرح پڑھا جائے جیسے نازل ہوا ہے۔ اور قرآن مجید عرب کی زبان میں نازل ہوا ہے۔

یہ موضوع اتنا مختصر نہیں ہے جتنا اس کو سمجھا جاتا ہے کہ عام علماء اور قرّاء حضرات بھی اس کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ بلکہ اس سے واقفیت اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ از خود تلاوتِ قرآنِ کریم اور تجوید کی تعلیم ضروری ہے۔ کیونکہ احکام الضبط سے عدمِ واقفیت کی بناء پر قرآنِ کریم کی صحیح تلاوت مشکل ہے۔ درحقیقت قرآنِ کریم جب تک عربوں میں رہا اس کی ادائیگی اور خوبصورتی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ پھر جب عربوں سے نکل کر عجمیوں میں پہنچا تو انہوں نے اس کو اپنے اپنے لہجوں میں پڑھنا شروع کر دیا جس سے اس کی خوبصورتی میں فرق آنے لگا۔ اسی وقت سے علماءِ اسلام کو قرآنِ کریم کے اعراب و رموزِ اوقاف اور مخارج کی توضیح کی ضرورت پیش آئی۔ اور ان قواعد کی پابندی شریعت اسلامیہ میں ضروری قرار دے دی گئی تاکہ عامۃ المسلمین قرآن کی عربیت اور اس کے لب و لہجے کو زیادہ سے زیادہ سنوار سکیں۔

لٹریچر ریویو

علم الضبط سے متعلقہ لٹریچر کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ تاریخِ اسلام میں اس فن سے متعلق ہمیشہ محدود پیمانے پر ہی کام ہوا ہے۔ اور جن قرّاء و شیوخ نے اس پر کام کیا ان کی زبانِ قلم عربی ہی ٹھہری۔ یعنی سب نے جس حد تک بھی اس فن پر تحقیق کی اپنی محنت کو عربی قالب میں ڈھال کر ہی سپردِ قلم کیا۔ شاید اس لئے کہ کلامِ پاک کی لغت عربی ہے۔ لیکن ہر وطن میں اس کی علاقائی زبان یا کم از کم قومی زبان میں اس کو بیان کرنا ضروری ہے تاکہ اس کی اہمیت کے پیشِ نظر ہر عام و خاص کے لئے اس کا مطالعہ کرنا ممکن ہو سکے۔ لیکن ہمارے یہاں اس فن سے متعلق آگاہی بالکل نہیں ہے۔ اس بارے میں اردو لٹریچر تو تقریباً مفقود ہے۔ جبکہ اس فن سے لاعلمی کا عالم تو یہ ہے کہ دینی اداروں کے طلباء و طالبات بھی اس سے انجان ہیں۔ یہاں تک کہ اکثر مذہبی سکالرز کو بھی علم الضبط کا نام سن کر حیرت سے منہ تکتے پایا ہے۔

منہج و ترتیبِ مقالہ

زیرِ نظر مقالہ میں متعلقہ موضوع کو بڑی محنت کے ساتھ مناسب تفصیل، بہترین نظم و ضبط اور عمدہ ترتیب کے ساتھ احاطۂ تحریر میں لایا گیا ہے۔ مقالہ کو موضوع کی حدود میں رہ کر غیر ضروری مباحث سے اجتناب کرتے ہوئے بیان کیا گیا ہے۔ مقالہ علمی، تحقیقی اور معیاری لکھنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ مقالہ میں موضوع سے متعلقہ تمام پہلوؤں کو تاریخی لحاظ سے مستند درج کیا گیا ہے۔ مقالہ کی استنادی حیثیت کو قوی بنانے کے لئے حتّی المقدور بنیادی مصادر سے رجوع کیا گیا ہے۔ غیر ضروری تفصیل سے اجتناب کرتے ہوئے موضوع کی وضاحت کی گئی ہے۔ مقالہ کی طوالت کے خدشہ سے موضوع کی وسعت کے مطابق اس میں وضاحتی مثالیں پیش کرنے سے احتراز کیا گیا ہے۔ چونکہ مقالہ میں علم الضبط کی تاریخ بیان کی گئی ہے، اس

لئےاس فن سے متعلق جہاں کسی تاریخی شخصیت کا تذکرہ کیا گیا ہے اس کے نام کے ساتھ اس کی تاریخِ وفات بھی لکھی گئی ہے تاکہ قارئین کو مطالعہ کرتے وقت یہ الجھن پیش نہ آئے کہ یہ کس دور کی بات ہو رہی ہے ۔

علم الضبط

قرآنِ کریم ایک ایسی کتاب ہے جس کی عظمت وفضیلت بیان کرنے کے لیے الفاظ موجود نہیں۔ مسلمان کے ہاں اس پاک کلام کی برتری کا معیار یہ تصور کیا جاتا ہے کہ خالق کائنات اللہ رب العالمین کا مقدس کتاب ہے۔ جسے اس نے رسول اللہ خیر الانام پر نازل کیا جو ان کے بنی آخر الزمان ہونے کی روشن نشانی ہے۔ یہ کتاب خالق کائنات کی جانب سے رسول خدا خاتم النّبیین رحمۃ للعالمین ﷺ پر روح الامین حضرت جبریل کے ذریعے عربی زبان میں نازل ہوا۔ اس بات کی گواہی رب العزّت نے خود دی اور قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿وَإِنَّهُۥ لَتَنزِيلُ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ١٩٢ نَزَلَ بِهِ ٱلرُّوحُ ٱلۡأَمِينُ١٩٣ عَلَىٰ قَلۡبِكَ لِتَكُونَ مِنَ ٱلۡمُنذِرِينَ١٩٤ بِلِسَانٍ عَرَبِيّٖ مُّبِينٖ ١٩٥﴾ (5)

قرآن مجید فرقان حمید پر ایمان کے ساتھ چار حقوق (تعلّم، تدبّر، تعمیل اور تبلیغ) کو ادا کرنا ضروری ہو جاتا ہے مسلمانوں پر اوّل قرآن کا حق اس کی تعلیم تدریس یعنی تعلّمی کا ہے یہ پیغمبرانہ پیشہ ہے، رسول اللہ نے اس کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا"

"عَنْ عُثْمَانَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ"(6)

قرآن کے تعلّمِ میں صرف قراءت وتلاوت شامل نہیں بلکہ اس کے معانی و مفہوم کے جاننے اور علم کے ساتھ اس کے احکام کی سمجھ بوجھ بھی ضروری ہے۔ ادائے حقوقِ قرآن کی ابتداء روزانہ اس کو پڑھنے اور قراءت سے کی جاتی ہے۔ اور قرآنِ حکیم کے الفاظ کی درست تلاوت درست کتابت سے ہی ممکن ہوتی ہے۔ صحتِ کتابت صرف "علم الرسم" سے ممکن ہے۔ اور صحتِ قراءت بڑی حد تک "علم الضبط" کی وجہ سے ہو سکتی ہے۔

ہر مسلمان کو روزانہ تلاوتِ قرآن اور قراءتِ قرآن کی تعلیم کے لئے ایک درست حرکات سے مزین کتاب کی ضرورت ہو گئی۔ اور علم الضبط کے علم بغیر لکھی گئی کتاب کی صحت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ قرآنِ کریم کی تعلیم وتدریس کے لیے کے فن الضبط لازم وملزوم ہے۔ ایک عجمی شخص قرآنِ کریم کی تعلیم وتدریس دوست طریقہ سے اس وقت نہیں کر سکتا ہے جب وہ علم الضبط کے قواعد سے اچھی معرفت رکھتا ہو۔ کیونکہ غیر عربی شخص علاماتِ ضبط کے جانے بغیر تلفظ قرآنِ کریم کی ادائیگی درست طریقے سے نہیں کر سکتا۔ حفاظتِ قرآن کے لیے ضبط کے علم کو اہم جز کے طور پر قرار دیا جاتا ہے۔

" معنی و مفہوم: عربی لغت میں ضبط کا مفہوم مضبوط اور پختہ کرنے کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے" (7)

اصطلاح قراء میں علم ضبط کا مطلب ہے کسی عبارت کو عربی قواعد کے مطابق (حرکات سے منضبط کرنا) تلفظ کے ساتھ یعنی الفاظ کو املاء کے قواعد خط اور عربی قواعد نحو کے مطابق اعراب لگا کر ضبط تحریر میں لانا۔ (8) علم الضبط کے ضمن میں دوسری اصلاحات "النقط" اور "الشکل" بھی استعمال کی جاتی ہیں۔

"لغت میں نقطے سے مراد ہے چھوٹا سا نشان۔ نقطہ واحد ہے، نقط اور نقاط اس کی جمع ہے۔ جیسے برمۃ اور برام ہے" (9)

النقط کو اصطلاحاً دو اقسام میں منقسم کیا گیا ہے: ۱۔ نقط الاعراب. ۲۔ نقط الاعجام.

"قرآن کی وہ علامتیں جو حرکت، سکون، تشدید اور مد کو واضح کریں ان کو ائمہ قراء کے ہاں نقط الاعراب کہلاتی ہیں۔ یعنی نقط الاعراب الفاظ کے درمیان فرق کرنے کے لیے جو علامات یا حرکات استعمال ہوتی ہیں ان کو نقط الحرکات کہتے ہیں، جس طرح فتحہ

، کسرہ ضمہ کا نقطہ جو حروف کے اوپر، نیچے، سامنے یا درمیان میں استعمال ہوتا ہے "[10]

" متشابہ حروف میں فرق بیان کرنے کے لیے وہ نشانات جو رسماً لگائی جاتی ہیں ان کو نقط الاعجام کہتے ہیں مثال: حروف باء کے نیچے ایک نقطہ، تاء پر دو اور ثاء پر تین نقطے پائے جاتے ہیں "[11]

قرآن میں وہ خاص علامتں جن کے ذریعے قرآنِ حکیم کے الفاظ پر حرکات لگائیں جاتی ہیں انہیں الشکل کہتے ہیں۔ کتاب کو حرکات اور اعراب میں مقیّد کرنا لینا الشکل کہلاتا ہے۔[12]

مذکورہ بحث کا حاصل کلام یہ ہے حرف کو داخل کی جانے علامتیں، تشدید، حرکت، سکون اور مد وغیرہ کا علم علم الضبط کہلاتا ہے۔ان علامات کو شکل اور الاعراب نقط کہا جاتا ہے۔اس علم کے لیے اصطلاح ضبط بہت بعد میں وجود آئی۔ علم الضبط میں عام طور پر نقط (نقط الاعراب) اور شکل کے قواعد سے بات ہوتی ہے ان علامات میں اعجام کا ذکر شاذ ونادر ہی کیا جاتا ہے۔تاہم اگر دیکھا جائے تو اعجام بھی " تحریک ضبطِ قرآن" میں سے ہے۔لہٰذا اعجام کے بارے میں زیادہ تفصیل بیان نہیں کی گئی۔ مقالہ کا موضوع علم الضبط کے آغاز وارتقاء کا جائزہ ہے اس لیے اس کے تمام پہلوؤں پر بحث کی جائے گئی۔

حکمِ علم الضبط:

علم الضبط کیونکہ نبی مکرم ﷺ کے دور کے بعد ایجاد ہوا اس لیے ابتداء میں اس کے بارے میں اختلاط پایا جاتا تھا۔اگرچہ کہ بعد کے علماءِ دین نے علم الضبط کو مستحب قرار دیا لیکن اس اختلاف نے ایسا ہی رخ موڑا جیسا حضرت ابو بکر کے عہد میں ضبط قرآنِ کریم کے بارے میں ہوا تھا اور علماء کا مصحف کی کتابت اور نقاطِ کو لگانے پر اتفاق ہوا۔[13] جیسے قرآن پر نقاط (نقط الاعجام) اور اعراب (موجودہ صورت میں حرکات) لگانا جائز ہے، یقیناً اس طرح مصحف کو لحن اور تصحیف سے بچایا جا سکتا ہے[14]

"اکثر علماء کے نزدیک علم الضبط جائز ہے اس بارے میں دو روایتیں ہیں امام احمد ایک روایت سے بیان کرتے ہیں۔ جبکہ کچھ علماء کرام نے اس کو جائز نہیں قرار دیا ہے اور درست بات تو یہ ہے کہ یہ جائز ہے کیونکہ وقت اس کی ضرورت کو جائز قرار دیتی ہے۔ لہٰذا اس سے متعلق علماء کے مابین ان کے بارے میں اختلاف نہیں کہ "الشکل" اور "النقط" کا حکم "حروفِ مکتوبہ" کے حکم کی مانند ہی ہے۔ حروف کے درمیان تمیز نقط الاعجام سے کی جاتی ہے اور اعراب کو واضع الشکل کرتا ہے۔لہٰذا یہ پورے کلام (الضبط) میں سے ہے "[15]

آغاز:

عہدِ نبوی ﷺ کے بعد قرآنِ کریم کا ایک نسخہ جسے "اُم" کہا گیا عہدِ صدیقیؓ میں سرکاری سطح پر اس کی تیاری کا اہتمام ہوا اور اسے "مصحف" کا نام دیا گیا۔ صحابہؓ کے ایک کمیٹی کے زیرِ نگرانی حضرت عثمانؓ کے دور میں اسی مصحفِ ام سے ایک نیا ایڈیشن بنایا جس کی چھ کاپیاں تیار کی گئی۔ان میں سے ایک مصحف حضرت عثمانِ غنیؓ (ت 35ھ) نے اپنے پاس رکھ لیا اور باقی پانچ مصاحف مرکزی مساجد مختلف علاقوں مثلاً مکہ، بصرہ، مدینہ، کوفہ اور دمشق میں پہنچائے گئے تاکہ ان سے عوام الناس استفادہ کرسکے۔اس ایڈیشن کی تیار ہونے کے تقریباً چالیس سال کے بعد تک بھی دنیائے اسلام میں بغیر نقاط وحرکات کے قرآنِ کریم کی کتابت جاری رہی۔[16] چونکہ عہدِ رسالت ﷺ میں قرآنِ کریم کی تعلیم تلقی وسماع پر مبنی ہونے کی بناپر تحریر کی کی ضرورت نہ تھی یہی وجہ ہے کہ قرآن کی قراءت اور تلاوت عموماً درست ہی رہی۔ جس طرح انگریزی لغت، میں چند الفاظ جس طرح Put یا Cut اور Food یا Foot ان الفاظ کے تلفظ میں فرق پایا جاتا ہے جو کہ طریقِ املاء اور ہجاء پر منحصر نہیں بلکہ معلم کی شفوی تعلیم پر

اس کا انحصار ہوتا ہے۔

ابتداء میں قرآنِ کریم نقط الاعجام اور علاماتِ حرکات کے بغیر تھا۔ قرآن کریم پر نقاط پہلے لگائے گئے پھر اس پر اعراب اور حرکات لگائی گئیں۔[17] اس فن کے واضع کے متعلق کئی قول پائے جاتے ہیں لیکن ان میں سے صحیح ترین روایت ابو الأسود الدؤلی کی ہے۔[18] امام ابو الأسود (ت69ھ) یہ تابعین میں سے پہلا شخص ہے علم النحو کی بنیاد رکھنے والے اور قرآنِ حکیم پر نقطے لگا کر نظامِ شکل قواعد کی شروعات کرنے والے ہیں۔ ابو الأسود ایسا کرنے کے لیے رضامند نہ تھے بلکہ ان کے آمادہ ہونے کے پیچھے کئی وجوہات و محرکات بیان کئی جاتی ہیں۔[19]

جب لاکھوں غیر عرب پہلی صدی ہجری کے آخر نصف تک دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو وہ قرآن پاک کو لغت عربی میں پڑھنا سیکھ رہے تھے۔ کوئی بھی زبان کو صرف قراءت کے ذریعے یا عام بول چال کے ذریعے سیکھ نہیں سکتے یہاں تک کہ ماہر آدمی بھی زبانی دوسرے کو ماہر نہیں بنا سکتا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ غیر عربیوں میں غلط زبان بولنے کے ساتھ قرآنِ کریم کی تلاوت میں غلط تلفظ کے ساتھ قرآن کی تلاوت شروع ہو گئی۔ بعض مسلمان حکمرانوں اور اہلِ علم کو اس غلطی کی تصحیح کا ذوق پیدا ہوا۔ مسلمان حکمران نے ملکی مسائل اور الجھنوں کو پس پشت ڈال کر درست قراءت قرآنِ کو اپنے ایمان کا جز سمجھتے ہوئے اور وہ عربی ہونے کے ناطے وہ اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے وہ سخت گناہ خیال کرتے قرآنِ کریم کا غلط پڑھنا ان کے نزدیک یہ عربی زبان کے عیب کو ظاہر کرتا ہے۔ ان غلطیوں کو دور کرنے کے لیے نا صرف نحو کا علم وجود آیا بلکہ نقط المصاحف پر عمل بھی شروع ہوا۔[20] اس بارے میں کتبِ تاریخ میں ایک مشہور واقعہ بیان ہوتا ہے:

حضرتِ امیر معاویہؓ (ت60ھ) نے اپنے عہدِ خلافت میں بصرہ کے ولی زیاد بن ابی زیاد (ت53ھ) کو خط لکھا اور عبید اللہ بن زیاد کو بلایا جب وہ خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دونوں کے درمیان بات چیت ہوئی جس سے ظاہر ہوا کہ اس کی عربی لغت میں بہت سی غلطیاں پائی جاتی ہیں تو آپؓ نے ایک خط کے ساتھ اسے اس کے والد محترم کے پاس واپس بھیج دیا جس میں اس کے باپ کو عبید اللہ جیسا لڑکے کے ضائع ہونے برا بھلا کہا۔ زیاد نے ابو الأسود الدؤلی (ت69ھ) کو بلا کر کہا کہ عجمی لوگوں کی وجہ سے زبان بگڑ گئی ہے عربی زبان کی اس غلطی کو دور کرنے کے لیے اصول و رموز وضع کرنے کی درخواست کی تاکہ عام لوگ کلام الٰہی کی درستگی کر لیں اور اللہ کی کلام کی تلاوت اور اس کے الفاظ کی ادائیگی درست عربی محاورے میں ادا کریں۔ ابو الأسود نے اس کو ماننے سے منع فرمایا دیا بلکہ والیٔ بصرہ کی بات غیر اہم جان کر اس کا جواب بھی نہ دیا۔۔ زیاد نے ایک آدمی کو ابو الأسود کے راستے میں بیٹھنے کے لیے بلایا اور اسے جان بوجھ کر قرآنِ کریم کی غلط تلاوت کرنے کو کہا کہ جب وہ اس راستے سے گزرے۔ چنانچہ اس شخص نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایسا ہی کیا۔ جب ابو الأسود کا گزر وہاں سے ہوا تو اس نے سورۃ التوبۃ کی تیسری آیت بآوازِ بلند پڑھی جب لفظِ "ورسولہ" آیا تو اس کی لام کو کسرہ کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیا، ابو الأسود پر یہ بات بہت گراں گزری تو آپؒ نے فرمایا کہ اللہ رحمان پاک ہے اس کی ذات بلند اور مرتبے والی ہے کہ وہ اعلانِ برأت اپنے پیغمبر سے کرے، اور اسی لمحے وہ زیاد کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کام کو کرنے کے لیے تیس آدمیوں کا مطالبہ کیا اس پر زیاد نے فوراً علماء حاضر کیے اور ابو الأسود نے پہلے دس علماء پھر کم کرتے کرتے ایک آدمی منتخب کیا جو قبیلہ عبد القیس میں سے تھا۔ ابو الأسود نے اسے مصحف اور سیاہی لینے کا حکم دیا اور کہا جب میں قرآنِ کریم کی تلاوت کروں گا تو تم میرے منہ کی طرف دیکھنا اور ہونٹوں کے

زاویے سے حروف کے اوپر نقاط لگانا، یعنی جب ان کے لب کھولیں تو ایک نقطہ حرف کے اوپر اور جب ہونٹوں کی شکل گولائی میں ہو تو ایک نقطہ حرف کے (سامنے) ایک طرف لگا دینا اور حرف کے نیچے ایک نقطہ ہونٹوں کو جھکاؤں کی وجہ سے لگانا۔ اور دو نقطے تنوین پڑھنے کی وجہ سے لگانا۔ چنانچہ ابتداء سے اختتام تک اسی طرح آپ نے مصحف کے نقطوں کی صورت میں اعراب لگائے ۔[21]

سرخ رنگ کی روشنائی سے یہ نقط (نقط الاعراب) لگائے گئے۔ امام الدانی (ت444ھ) اس سے متعلق اپنی رائے بیان کرتے ہیں کہ وہ نقطے سیاہی سے دینا جائز نہیں سمجھتے اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ رسمِ مصحف میں تغیر آ جاتا ہے اور وہ مختلف رنگوں کی سیاہی سے ایک مصحف میں ایک سے زیادہ قراءت کو اکٹھا کرنا بھی درست نہیں سمجھتے کیونکہ تخلیط اور مرسوم بہت ہی اہم تغییر ہے۔ اپنی رائے بیان کرتے ہیں کہ سرخ روشنائی کے ساتھ حرکتیں، تنوین، تشدید، سکون اور زرد روشنائی سے مد اور ہمزہ (ہمزہ قطعی) لکھے جائیں۔[22]

ابتداء میں امام ابوالاسود (ت69ھ) نے نقطوں سے صرف تین حرکات والے الفاظ اور تنوین کو واضع کیا تھا۔[23] اہلِ علم نے ان کے بعد وہ نقط الاعراب جو انہوں نے بیان کیے ان پر عمل کرتے رہے، پھر معروف جلیل القدر عالمِ دین امام الخلیل بن احمد الفراہیدی (ت170ھ) خلافتِ عباسیہ کے دور علمیؒ پر جلوہ افروز ہوئے۔ انہوں نے مناسب تبدیلیاں کیں امام ابوالاسود کی وضع کردہ علامات میں اور اس کے ساتھ بعض نئی علامات کا بھی اضافہ کیا۔ کتب میں جو" شکل "کا اندازم پایا جاتا ہے امام الخلیل کے طریقہ کے مطابق وہ حروف کی صورتوں سے مأخوذ شدہ ہیں، جیسے ضمہ (- ُ) واؤ کی چھوٹی صورت ہے اور حرف پر اس لئے ڈالی جاتی ہے کہ واؤ مکتوبہ اصل کے ساتھ مل کر غلط نہ ہو جائے، اور حرف کے نیچے کسرہ (- ِ) یاء کی غائب شکل ہے اور حرف کے اوپر فتحہ (- َ) بچھا ہوا الف لکھا جاتا ہے۔[24] نیز امام خلیل بن احمد نے علامات و قواعد ہمزہ، تشدید، روم اور اشمام وغیرہ کے لئے وضع کیے۔[25]

نقط الاعجام:

وہ حروف علامات جو رسماً ایک حرف کو دوسرے سے علیحدہ کرنے کے لیے استعمال ہوں نقط الاعجام کہلاتے ہیں۔[26] آسانی کے لیے وہ الفاظ یا علامات جن کو ہم حروف کے نام سے بھی پکار سکتے ہیں نقط الاعجام کہلاتے ہیں، وہ حروف جن پر نقطے ہیں ان کو حروف معجم اور جن پر نقطے نہیں ان کو حروف مہمل کہا جاتا ہے۔ وہ الفاظ جو مہمل حروف ہیں ان کی تعداد تیرہ ہے، بعض کے نزدیک ان حروف کی تعداد چودہ ہے جو بغیر نقط کے ہیں۔ جیسے: ا، ح، ع، ک، ل دم، و، ھ، ر، س، ص، ط، ، (ی)[27] وہ حروف جو معجم حروف ہیں ان کی تعداد میں پندرہ، اور ایک دوسرے قول کے مطابق ان کی تعداد چودہ ہے۔ جیسے: ب، ت، ، ش، ض، ظ، غ، ف، ث، ج، خ، ذ، ز، ق، ن، ی[28]

ابجد الفاظ عربی زبان میں صرف اٹھارہ ہیں جن کی تعلیم دی جاتی ہیں۔ بلکہ جب ان حروف کو متصل لکھا جائے تو ان کی شکلیں صرف پندرہ بنتی ہے، مختلف اٹھائیس آوازوں کے لیے ان اٹھارہ یا پندرہ صورتیں کو استعمال کیا جاتا تھا۔ زیادہ تر حروف کی آوازیں ایک جیسی نکلتی تھی۔[29] مثال کے طور پر ب، ت، اور ث، کو سمجھنے کے لیے ایک حرف (ٮ) اور ج، ح، خ کے لئے بھی ایک ہی حرف (ح) استعمال ہوتا تھا۔ کیونکہ نقاط کی غیر موجودگی میں یہ ایک ہی شکل کے ہیں۔ بلک کچھ الفاظ تو پانچ آوازوں تک حرفی رموز میں بولے جاتے ہیں۔ جیسے ب، ت، ث، ن اور ی ایسے الفاظ ہیں جن میں صرف ایک دندانہ ا ہوتا ہے

۔ان میں چھ حرف ایسے ہیں جیسے ا، ک، ل، م، و، ہ جن کی صرف ایک آواز ہے۔[30]

علماء علم نقط الاعجام کو بیان کرنے والوں کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں، لیکن نقط الاعجام کے بارے میں راجح یہ ہے کہ اس کو بیان کرنے والے نصر بن عاصم اللیثی (ت 89ھ) اور یحیٰ بن یعمر (ت 129ھ) ہیں۔ ان علماء دین نے حجاج بن یوسف الثقفی (ت 95ھ) جو اس دور میں والئی عراق تھے،ان کے حکم پر عبد الملک بن مروان (ت 86ھ) کے عہد میں اس پر بہت کام کیا۔ ای دوسرے قول کے مطابق نقط الاعجام کو بیان کرنے والے امام نصر بن عاصم اور امام یحیٰ بن یعمر ہیں۔ اس علم ذریعے قرآنِ کریم کو ان غلطیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے وضع کیے گئے جو غیر عربوں کی زبان سے کثرت سے ظاہر ہونے لگی جو دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ عربی زبان کی غلطیاں کا قرآن کریم میں داخل ہونے کا خوف پیدا ہو گیا تھا، تو تحریف کے خوف نے خلیفۂ وقت عبدالملک بن مروان کو ابھارا۔ والئی عراق حجاج بن یوسف کو عبدالملک بن مروان نے قرآنِ کریم کی تبدیلی کو ختم کرنے کے تمام ذرائع کو ختم کرنے کا حکم دیا۔ حجاج بن یوسف نے علمائے مسلمین ایسے دو قرّاء و شیخَین جن کو عربی زبان کے اسرار و رموز میں مہارت حاصل تھی حروف میں تمیز کرنے کے لئے علامات وضع کرنے کی ذمہ داری سونپی ان علماء (نصر بن عاصم اور یحیٰ بن یعمر) نے قرآنِ کریم پر نقاط لگائے اس علم کو "نقط الاعجام" کا نام دیا گیا۔[31]

تمام اہلِ مشرق و مغرب اور سلف وخلف کے علماء الف تا راء، زاء تک کی ترتیب پر امتفق ہیں۔ مگر ان الفاظ کے بعد کی ترتیب میں ان کے ہاں اختلاف ہے۔ جس طرح ہمارے ہاں ترتیب راء، زاء کے بعد سین، شین ہے اہلِ مشرق اس کو اس کے بعد کی باقی ترتیب کو مانتے ہیں۔

مثلاً: ا، ب، ت، ث، ج، ح، خ، د، ذ، ر، ز، س، ش، ص، ض، ط، ظ، ع، غ، ف، ق، ک، ل، م، ن، و، ھ، ی اور کچھ ھ، و بھی لکھتے ہیں یعنی ھ پہلے اور و بعد میں۔

" جبکہ اہلِ مغرب کے ہاں الف سے لے کر راء، زاء تک اہلِ مشرق سے متفق ہیں مگر اس سے بعد کی ترتیب کی تفصل یوں ہے۔ا، ب، ت، ث، ج، ح، خ، د، ذ، ر، ز، ط، ظ، ک، ل، م، ن، ص، ض، ع، غ، ف، ق، س، ش، ھ، و، ی"[32]

"جس طرح ان کے ہاں ترتیبِ حروف میں اختلاف پایا جاتا ہے اسی طرح ان کے ہاں اختلاف فاء اور قاف کے نقطوں کے مقام میں ہے۔ چنانچہ اہلِ مشرق فاء پر ایک نقطہ اور قاف پر دو نقطے لگاتے ہیں جبکہ اہلِ مغرب فاء کے اوپر کی بجائے نیچے ایک نقطہ اور قاف پر ایک نقطہ ل استعمال کرتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ فاء اور قاف کے درمیان اختلاف پیدا کرنا ہے"[33] جبکہ دوسرے ان حروف کی آخر میں واقع ہونے کی وجہ سے ان دونوں حروف، فاء اور قاف کو نقطہ سے خالی رکھتے ہیں، یہی صورت نون کی ہے کیونکہ یہ یہ حروف کے آخر میں ہے اس لیے یہ بھی نقطہ سے خالی رکھا جاتا ہے، (جس طرح اردو میں (ں) نون غنّہ لکھتے ہیں)۔

نقط الاعراب کی ارتقائی تاریخ:

تقریباً ایک صدی تک عباسی دور میں بھی یہی طریقہ کتابتِ مصاحف رائج رہا یعنی حرکات کو رنگدار نقاط، کے ذریعے اور جو نقاط حروف پر استعمال ہوتے ہیں ان کو قدرے چھوٹے مگر اسی روشنائی سے لکھا جاتا جس سے کتابتِ متن لکھی جاتی۔ مگر ان تمام کوششوں کے باوجود غلطی ختم نہ ہوئی بلکہ اس کا امکان باقی رہا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ صورت میں یہ دونوں نقاط، نقط

الاعراب اور نقط الاعجام ہم شکل تھے۔ بس فرق روشنائی کا تھا سیاہ روشنائی نقط الاعجام لگائے گئے جو حروف ہی کا حصّہ معلوم ہوتے تھے۔ دوسرے رنگ کی روشنائی سے نقط الاعراب لگائے جاتے تاکہ ان میں فرق معلوم ہو اور نقط الاعجام سائز میں نقطہ الاعراب سے قدرے بڑے لگائے جاتے۔ مختلف ممالک کے علماء کتابت ایک جیسی روشنائی استعمال کرتے تھے، اہلِ عراق سرخ روشنائی نقط الاعراب کے لیے استعمال کرتے، جبکہ اہلِ مدینہ جس روشنائی سے حرکات لگاتے وہ سرخ تھی اور جس سے ہمزات لگاتے وہ زرد روشنائی تھی۔ اس وجہ سے لکھنے اور پڑھنے والوں کے لیے دو مختلف قسم کے نقطے مشقت کا باعث بنتے تھے، ویسے بھی کاتب کو مختلف قسم کی روشنائی سے بڑی مشقت کرنا پڑتی کہ وہ دو قسم کے نقاط اور مختلف رنگ کی روشنائی سے لکھے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ مطلوبہ مقدار میں مختلف روشنائیاں میسر نہ ہو پاتیں تو اعجام واعراب کے نقط کاتب مجبوراً موجودہ روشنائی سے ہی لگاتا، جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ بعض اوقات نقط الاعراب اور نقط الاعجام کا فرق ختم ہو جاتا اور غلطی کا احتمال پیدا ہو جاتا۔ اس لیے اعراب کے نقطے کو بھی آہستہ آہستہ وقت کی ضرورت کے مطابق ہلکی ترچھی لکیر جو صرف قلم کے قط کے برابر ہوا کرتی سے ظاہر کیا گیا۔ سات عربی خطوط میں تحسین و جمال کو دیکھانے کے لیے مختلف حسین و جمیل اقلام (اقسامِ خط) کی ایجاد نے نقط الاعجام میں بھی حسن و جمال اور حروف کے ہندسی تناسب کو مدِ نظر رکھنے کے لیے خوشخطی کے قواعد بنائے گئے تاکہ مناسب قط اور نقاط کی وضع و شکل سے ان کو ظاہر کیا جائے۔ نقط الاعراب کو وسعت دینے کے لیے اسی دوران میں ابوالاسود کے شاگرد و متبعین نے کچھ نئے مزید علامات وضع کیں۔ انہوں نے حرف کے اوپر یا نیچے سکون کے لئے باریک قلم سے چھوٹی سی افقی (سرخ) لکیر جو اس سے الگ تھی لگانے لگے"[34]

وہ مشابہت جو نقاط سے پیدا ہوئے اور ان سے پیدا ہوئی غلطی کے ممکنات کو کم کرنے اور کتابت میں مختلف رنگوں کی سیاہیوں کے بہ یک وقت استعمال کرنے میں جن تکالیفات کا سامنا ہو سکتا ہے اس کے بارے میں مزید رہنمائی کرنے کی کوشش شروع ہوئی۔[35] مشہور نحوی امام الخلیل بن احمد الفراہیدی (ت 170ھ)[36] نے نئ علاماتِ وقت کی ضرورت کے تحت ایجاد کئیں۔ آج دنیا میں یہی علاماتِ ضبط کم و بیش نہ صرف قرآن پاک کی تالیف میں بلکہ عربی زبان کی عبارت لکھنے میں بھی استعمال ہوتی ہیں۔ امام الخلیل نے جس سیاہی سے الفاظ لکھے جاتے نقط الاعجام کو بھی اس رنگ کی سیاہی سے لکھا۔ البتہ انہوں نے اس کام میں ایک نیاء طریقہ ایجاد کیا اور الشکل بالحرکات کو الشکل بالنقاط کی جگہ لکھا۔ یعنی حرف کے اوپر فتحہ کے لیے ایک ترچھی لکیر (-َ)، حرف کے نیچے کسرہ کے لئے ترچھی لکیر (-ِ)، اور ضمہ کے لئے ایک مخفف سی واؤ کی شکل حرف کے اوپرا (-ُ) اور انہی حرکات کو تنوین کے لئے ایک کی بجائے دو دو حرکات (-ً -ٌ) کی شکل میں لکھا گیا۔ امام الخلیل نے پانچ نئ علاماتِ ان حرکاتِ ثلاثہ کے علاوہ ضبط ایجاد کییں، اور ان حرکات کو ایک نئ شکل دے کر ظاہر کیا۔[37]

اسی طرح امام صاحب نے وہ حروف جن کو ساکن قرار دیا ہے ان پر سکون کے لیے "ہ" یا "ح" کی علامت (-ْ)، "ج" یا "م" حروف جزم کے کو وضع کرنے کے لیے (-ۡ) علامت تحریر کی جو مخفف کے سرے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ علامت تشدید کو حرفِ مشدد کے اوپر (-ّ) کی علامت لگا کر ظاہر کیا جو "ش" کے سروں جیسی ہے۔ حرفِ ممدود پر "آ" کی علامت لگائی گئی جو مدہ کو ظاہر کرتا ہے اور ہمزۃ الوصل، ہمزۃ القطع اور روم واشمام جیسی حرکات سے تحریر کیا۔ امام الخلیل نے دو قسم کی روشنائی سے فراغت کے لیے علامات کو ایجاد کیا جو ان کا بہت بڑا کام تھا۔ اس کی وجہ سے متنِ قرآن پاک اور اس کی حرکات اور علاماتِ تمام ایک ہی سیاہی سے ظاہر کی جانے لگیں۔ جس نے قراءت و کتابت میں التباس ومشقت کے امکان کم کر دیے۔ یہ

طریقہ اس قدر مقبول ہوا کہ کتابتِ مصاحف میں آج دنیا بھر میں یہی طریقہ استعمال کیا جاتا ہے۔البتہ موقع، ضرورت اور بعض جگہ رواج کو مد نظر رکھتے ہوئے اس میں مزید اصلاحات وترمیم کی جاتی رہیں۔امام الخلیل بن احمد الفراہیدی نے جو علاماتِ ضبط اور کتابتِ مصاحف تحریر کرنے میں کوشش کی وہ اب تک کی جانے والی تیسری اہم کوشش تھی، جو اس سلسلے میں کیا جانے والا اہم کام ہے۔جب امام الخلیل نے علاماتِ ضبط کا جو نیا طریقہ رائج کیا وہ دوسری صدی ہجری کے آخر تک جاری رہا۔اس دور میں امام ابوالاسود کا پوری دنیا میں ایجاد کردہ طریقہ قرآن پاک پر نقطے لگانے کا استعمال کیا جارہا تھا۔نئ نئ علامات کی ایجادات اور مزید اصلاحات سے یہ قرآنِ کریم کی قراءت اور تجوید کی بہت سی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے یہ طریقہ مکمل ہے اور طریقہ نطقی وصوتی ضروریات کے پیش نظر کافی ومکتفی بن چکا تھا۔ابتداء میں لوگ کتابت قرآن کے لیے کافی عرصہ تک ابوالاسود کے طریقِ نقط کواستعمال کرنا خلیل کے طریقے کی بجائے جائز خیال کرتے ۔ جس کی وجہ سے الخلیل کا طریقہ کافی دیر تک غیر قرآنی عربی عبارات جیسے کتبِ شعر اودوسری کتب میں استعمال ہوتا رہا، ان کے اس طریقہ نقط کو شکل الشعر بھی کہا جاتا ہے تاکہ اس کو شکل المصحف کے طریقۂ نقط سے جدا کیا جاسکے۔دونوں قسم کے نقاط کی شکل وصورت اور ان صفات کی بناء پر الشکل المدور ابوالاسود کے طریقے کواور الشکل المستطیل الخلیل کے طریقے کو کہا جاتا ہے۔

کتابتِ مصاحف کے لئے مغربی اور افریقی ممالک میں ابوالاسود کے طریقِ نقط کو سب سے بہتر خیال کیا جاتا ہے۔ الخلیل کا طریقہ تعلیم وتعلم کی خصوصیات کی وجہ سے زیادہ بہتر سمجھا جاتا اور یہ طریقہ کتابتِ مصاحف میں عام ہونے لگا کیونکہ سیاہی جو استعمال کی گئی وہ ایک رنگ کی تھی جس کی وجہ سے اس میں آسانی پیدا ہوگئی۔مشرق کے عالمِ اسلام نے تو مکمل طور پر ابوالاسود اور ان کے شاگردوں کے انداز کو اختیار کر لیا۔کتابتِ مصاحف میں خطِ نسخ کی ایجاد سے تو الخلیل کے طریقے کو ہی مقبولیت حاصل ہوئی۔خطِ کوفی نقاط کا طریقہ علاماتِ ضبط کے لیے زیادہ موزوں تھا، یہی وجہ ہے کہ جلی قلم سے خطِ کوفی اکثر وبیشتر لکھا جاتا اور خطِ نسخ میں عام طور باریک قلم نااستعمال ہوتا یہی وجہ ہے کہ زیادہ مناسب نقط بذریعہ حرکات کا طریقہ سمجھا جانے لگا۔یہی وجہ تھی کہ بلادِ مغرب میں آہستہ آہستہ اس کارواج عام ہوگیا۔

"مذکورہ بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ نقط الاعراب (ابوالاسود (ت69ھ) کا طریقِ ضبط)، نقط الاعجام (نصر بن عاصم (ت89ھ) اور یحیٰ بن یعمر (ت129ھ) کا طریقِ نقط) سے مقدم ہیں کیونکہ زیاد بن ابی زیاد (ت53ھ)[38] اور امام ابوالاسود (ت69ھ)[39] کا دور حجاج بن یوسف (ت95ھ) اور نصر بن عاصم (ت89ھ)[40] و یحیٰ بن یعمر (ت129ھ)[41] کے عہد سے پہلے کا ہے۔اور الشکل (خلیل بن احمد الفراہیدی (ت170ھ) کا طریقِ اعراب) دوسرے طریقہ نقاط سے بعد میں آیا کیونکہ الخلیل بن احمد"[42] کا دور ان ائمہ (ابوالاسود، نصر بن عاصم اور یحیٰ بن یعمر) سے بعد میں آتا ہے۔اس سے نقط الاعراب کو بیان کرنے سے متعلق ابہام کافی حد تک ختم ہوجاتا ہے۔بلکہ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ ابوالاسود یحیٰ بن یعمر و نصر بن عاصم اور نقط الاعجام اور نقط الاعراب کے ایجاد کرنے والے اور الشکل کے بیان کرنے والے الخلیل بن احمد ہیں۔

مخالفین کے شبہات

مسلمان اس بات سے واقف ہیں کہ اسلام مخالف قوتیں اپنی سرکشی کی بناء پر ہمیشہ سے ہی ہمارے پیارے پیغمبر اور ان پر نازل ہونے والی شریعت پر الزامات عائد کرکے اپنے بغض وعناد کو ظاہر کرتی آئی ہیں۔تاہم اسی اسلام دشمنی کے جذبے نے

ان کے اندر یہ سوچ پیدا کی کہ کیوں نہ اسلامی علوم کا مطالعہ کر کے شریعتِ محمدی میں تحریف کی کوشش کی جائے اور پھر مسلمانوں پر اس تحریف کو ثابت کر کے مسلمانوں کی اس قدر بڑھتی ہوئی تعداد کو روکا جا سکے۔انہی غیر مسلم محققین کو عالمِ اسلام میں مستشرقین کا نام دیا جاتا ہے۔ مستشرقین کی تحقیقی کوششوں سے بہت سے مشرقی و اسلامی جواہرات و نوادر جو چھپے ہوئے تھے وہ سب کے سامنے منظر عام پر آئے۔ان کی محنت سے متعدد اعلیٰ اسلامی ماخذ کی پہلی بار اشاعت ہوئی ۔ مستشرقین طور پر عام طور پر اہلِ علم کا وہ بدقسمت و بے توفیق گروہ ہے جنہوں نے مسلمانوں کی قابلیت کا اعتراف کیا اور قرآن و حدیث، سیرتِ نبوی، فقہِ اسلامی اور اخلاقی تصوّف میں بے شمار اور گہرے غوطے لگانے کے باوجود نہ صرف تہی دامن واپس آیا بلکہ اس کے عناد نے ان میں اسلام سے دوری اور حق سے انکار کا جذبہ پہلے سے زیادہ بڑھا دیا، چنانچہ ان کے ہاں نتائج کا دار و مدار مقاصد کے حصول پر ہے ۔ وہ قرآنِ کریم کے نقط و اعجام کی بناء پر بھی اسے (قرآنِ کریم کو) تحریف شدہ کتاب ثابت کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔علاوہ ازیں مستشرقین اور مغرب سے متأثرہ بعض مسلم سکالرز بھی قراءات، جو امّت کے اجتماعی عقیدہ کے مطابق منزل من اللہ ہیں،اور صحیح و متواتر قراءات جو قرآنِ کریم کے حکم میں ہیں، کے منکر ہیں۔ امّتِ مسلمہ اور مستشرقین کے درمیان قراءات کے حولے سے اصل میں جو اختلاف پایا جاتا ہے وہ مصاحفِ عثمانیہ کا فقط نقط و اعراب سے خالی ہونا ہے۔ مصاحف نقط و اعجام سے خالی ہونے کی یہی وجہ ہے کہ لوگوں کے درمیان قراءات کا اختلاف پیدا ہوا مصاحف کے کی وجہ سے پیدا ہوا۔

مشہور مستشرقین تھیوڈور نولڈیکے(Theodor Noldeke)، اجناس گولڈ زیہر(Ignas Gold Ziher) اور آرتھر جیفری(Arthur Jeffery) کے مطابق ابتداء میں قرآنِ کریم نقط و اعجام سے خالی تھا اسی وجہ سے قراءات میں اختلاف واقع ہوا۔ یعنی ان کا کہنا یہ ہے کہ قراءات منزل من اللہ نہیں ہیں بلکہ مصاحف کے نقط و اعراب سے معرّی ہونے کی بناء پر لوگوں نے خود سے گھڑ لی تھیں۔[43]

اس کے برعکس کارل وولرز(Karl Vollers) اپنا نظریہ بیان کرتا ہے کہ صدیقِ اکبر کے دورِ خلافت میں ہی قرآنِ مجید پر اعراب موجود تھے۔ تاہم مصاحفِ عثمانیہ سے اعراب ہٹا دیے گئے تھے۔اس کی رائے کے مطابق قرآنِ حکیم کو عہد عثمانی میں نص اصلی ان قومی لہجات میں سے ایک لہجے میں لکھا گیا جو اس وقت ملک حجاز میں رائج تھا، اور اس پر نقط و اعراب نہیں لگے ہوئے تھے۔اس کی رائے میں وہ فصیح عربی جو نحاۃ سے مروی ہے اور جو قرآنِ کریم میں موجود ہے اور جو اشعار میں پائی جاتی ہے، مصنوعی ہے۔ وہ اس زبان کے عہدِ رسالت میں مکہ میں موجودگی کا انکار کرتا ہے۔[44]

پاؤل کالے(Paul E Kahle) بیان کرتا ہے کہ قرآنِ مجید فرقان حمید کو رسول مکرم ﷺ کی رحلت کے فوراً بعد جمع کرنا شروع کر دیا گیا اور اس کی تکمیل عہدِ عثمانی میں ہوئی۔اس کی رائے کے مطابق قرآنِ کریم کی لغت کی بنیاد دیہاتی عربی اور جاہلیت کے اشعار اور تحریری جنگی واقعات پر رکھی گئی کیونکہ وہ سب سے زیادہ فصیح لغت تھی۔اور کتاب اللہ کو کسی ایسی زبان میں پڑھنا شایان نہیں جو کسی بھی زبان سے کم تر ہو۔اور اس وقت مکہ میں رائج زبان کے برعکس قرآنِ کریم نقط و اعراب سے خالی تھا۔[45]

عہدِ نبوی میں نقط و اعراب کے متعلق اگرچہ مستشرقین کے درمیان اختلاف ہے تاہم اس بات پر متفق ہیں کہ

قراءات کا اختلاف تجرید

"مصاحفِ عثمانیہ کے سبب سے ہے۔اور یہ منزل من اللہ نہیں ہیں، بلکہ مسلمانوں کی خودساختہ ہیں"[46]

اسی طرح مغربی فکر و انداز سے متاثر مسلم طبقۂ مفکرین جس نے جدّتِ زمانہ اور اس کے تقاضوں کی آڑ میں جمہور علماء کی آراء و نظریات اور مصادرِ علمیہ سے ہٹ کر مغربی تہذیب کے علمی ورثہ اور اندازِ تحقیق کو بنیاد بنایا اور دانستہ و نادانستہ طور پر مستشرقین کے آلہ کار بنے، بلکہ ان سے بھی چند قدم آگے نکلنے کی کوشش کی۔ان میں سے چند مفکرین کی آراء کا جائزہ لیتے ہیں۔

"ڈاکٹر علی جواد کی امّت کے اجتماعی نظریے کے خلاف یہ رائے ہے کہ قرآنِ کریم کی تدوین میں نزولِ وحی کے بعد قلم کی وجہ سے کئی مسائل پیدا ہوئے۔کیونکہ اکثر حروف کا رسم ایک جیسا لکھا جاتا تھا اس لیے حروف کی شناخت اور ان میں فرق صرف نقاط سے ہوتی تھی، جبکہ نزولِ وحی سے کچھ عرصہ بعد نقطے لگائے گئے پھر ان حروف پر حرکات بھی موجود نہ تھیں یہی وجہ ہے کہ کلمات کو ضبط تحریر میں لانے میں کافی مسائل کا سامنا پیش آیا۔خصوصاً کئی کلمات کو ادا کرنے میں مشکلات کا سامنا ہوا ۔غالب گمان کے مطابق ان تمام اور دیگر کئی وجوہات کی بناء پر قرآنِ کریم میں ایک بڑی چیز وجود میں آئی۔جسے علمائے اسلام اختلافِ قراءت کے نام پکارتے ہیں"(47)

غلام احمد پرویز،(48) اگرچہ مصحف میں نقط واعراب کے وقوع کی حد تک تو امتِ مسلمہ کے اجتماعی موقف کا ترجمان ہے۔لیکن نقط و اعرابِ قرآنی سے متعلق اپنے فرمانرواؤں کا ہم خیال ہے کہ قرآن پر نقط و اعراب نہ ہونے کی وجہ سے مختلف قراءات وجود میں آئیں۔اس کی بنیادی وجہ قراءات کی احادیثِ مبارکہ کا پرویز کے نظریے سے ٹکراؤ ہے۔(49)

"اس معاملے میں تمنّا عمادی،(50) کی رائے یہ ہے کہ قراءت میں اختلاف کی وجہ مصاحف کا نقاط اور اعراب سے خالی ہونا ہے، نہ کہ اللہ کے رسول ﷺ سے منقول ہونا۔نقط و اعراب سے خالی عبارات کو کسی نے کیسے پڑھ لیا کسی نے کیسے پڑھ لیا"(51)

رحمت اللہ طارق کی نقط واعراب کے حوالے سے رائے یہ ہے کہ جو مصحف نبی کریم نے لکھوایا تھا اس پر نقطے موجود تھے۔سلف صالحین کا بھی یہی کہنا تھا، اور ہر مومن فرد کا بھی یہی عقیدہ ہونا چاہئے کہ قرآنِ کریم پر حرکات اور نقطوں جیسا عظیم کام نبی ﷺ خود ہی انجام دے گئے تھے۔(52)

ان خود ساختہ مفروضوں کا جواب اس حدیثِ مبارکہ میں واضح طور پر موجود ہے جس میں قراءات کا منزل من اللہ ہونا ثابت ہے۔

"أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَقْرَأَنِي جِبْرِيلُ عَلَى حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهُ، فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيدُهُ وَيَزِيدُنِي حَتَّى انْتَهَى إِلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ"(53)

بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے جبریلؑ نے قرآنِ کریم ایک حرف پر پڑھایا میں نے لوٹایا پھر میں زیادہ کا مطالبہ کرتا رہا حتی کہ انہوں نے سات حروف پر اس کی انتہا کی۔

علم الضبط پر باقاعدہ تصنیفی کام کا جائزہ

دورِ حاضر میں بلکہ شروع سے ہی علم الضبط پر بہت محدود پیمانے پر اور چند گنے چنے افراد نے ہی کام کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام الناس بلکہ اکثر اہل علم کی بھی اس موضوع سے واقفیت نہ ہونے کے برابر ہے۔جبکہ دیکھا جائے تو علم الضبط ایک ایسا علم ہے کہ علم الفواصل، علم الوقف والابتداء، علم التجوید، علم القراءات اور علم الرسم کے ساتھ علم الضبط کا صحیح فہم بہت معنی رکھتا ہے۔اور عام ناظرہ پڑھنے والوں کے لئے صحیح ضبط کے ساتھ کتابت شدہ مصحف فراہم کرنا ہر ملک کی حکومت کی ذمہ داری

ہے۔اسی طرح ہر علاقے میں اس کی قومی زبان میں بھی اس سے متعلقہ اصول وضوابط کو بیان کیا جائے تاکہ عربی زبان پر عبور نہ رکھنے والے حضرات کے لئے بھی اس علم کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

بہرکیف باقاعدہ طور پر علم الضبط سے متعلق تو محدود کتب ہی میسّر ہیں۔ جبکہ علم الرسم اور علم القراءات کی کتب میں جہاں کسی کلمہ کی وضاحت کی ضرورت پیش آئے تو اس کے ضبط پر ضرورت کے موافق روشنی ڈالی گئی ہے۔

باقاعدہ عربی کتب میں امام ابو عمرو الدانی (ت 444ھ) کی "المحکم فی نقط المصاحف" اور "النقط" اور "الإدغام الکبیر" جبکہ امام الدانی کے تلمیذِ رشید امام ابو داوٗد سلیمان بن النجاح (ت 496ھ) کی "اِصول الضبط" اور ابو عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ الشریشی (ت 718ھ) المعروف بالخراز کی کتاب "عمدۃ البیان، المعروف لضبط الخراز" اور اس کی شرح یعنی علامہ محمد بن عبداللہ بن عبد الجلیل التنسی (ت 899ھ) کی کتاب "الطراز فی ضبط الخراز" بنیادی کتب کی حیثیت رکھتی ہیں۔

معاصر اور ثانوی کتب میں "دلیل الحیران علی مورد الظمآن" ابو اسحاق ابراہیم بن احمد بن سلیمان المارغنی کی کتاب علم الرسم پر ہے اور اس کا آخری چوتھائی حصہ علم الضبط پر مشتمل ہے اور "سمیر الطالبین فی رسم وضبط الکتاب المبین" علی بن محمد الضباع کی کتاب ہے اس کا کچھ حصہ علم الضبط پر مشتمل ہے۔ اور عبد الرزاق بن علی بن ابراہیم موسیٰ کی کتاب "إیفاء الکیل بشرح متن الذیل" یہ کتاب ضبط الخراز کی شرح ہے۔ اور "رسم المصحف وضبطہ بین التوقیف والاصطلاحات الحدیثۃ" الدکتور شعبان محمد اسماعیل کی کتاب اور "رسم المصحف و نقطہ" الدکتور عبد الحہ حسین الفرماوی کی کتاب اور "إرشاد الطالبین إلیٰ ضبط الکتاب المبین" محمد سالم المحیسن کی کتاب اور "قواعد الضبط للقرآن الکریم" قاری خلیل الرحمٰن آف کراچی کی کتاب اور "منہج الضبط" محمد اسد اللہ کی کتاب اور "علامات الضبط فی المصاحف" الدکتور احمد خالد یوسف شکری کی کتاب اور "الضبط المصحفی نشأتہ و تطورہ" الدکتور عبد التواب مرسی حسن الأکرت کی کتاب اور "السبیل إلی ضبط کلمات التنزیل" احمد محمد ابو زیتحار کی کتاب اور "الإیضاح الساطع" الطالب عبداللہ بن الشیخ محمد الامین الجکنی الشنقیطی کی کتاب عربی زبان میں موجود ہیں۔ یہ کتابیں اختصار پر مبنی ہیں۔ ڈاکٹر قاری حافظ رشید احمد تھانوی نے عربی زبان میں "تزئین المصاحف" نامی کتابچہ تحریر کیا ہے جو 24 صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں ڈاکٹر صاحب نے چند پاکستانی مصاحف کے نمونے دیے ہیں اور ان کی نامناسب صفات کو واضح کیا ہے، اور ان مصاحف کا بھی تذکرہ کیا ہے جن کی کتابت نسبتاً بہتر ہے اور ان کی نمایاں خصوصیات کا بھی ذکر کیا ہے۔ "جہود علماء شبہ القارۃ الہندیۃ" کے عنوان سے بھی ڈاکٹر موصوف نے ایک کتابچہ لکھا ہے جو 28 صفحات پر مشتمل ہے اس میں ڈاکٹر صاحب نے برِّ صغیر پاک و ہند کے علماء کی قرآنِ کریم کے لفظی علوم کے متعلق کی جانے والی خدمات کو بیان کیا ہے۔

جبکہ اس موضوع پر اردو زبان میں پر کام بہت کم بلکہ تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ "قواعد الضبط" کے عنوان سے قاری عبد المالک آف کراچی کا ایک کتابچہ موجود ہے اسی طرح "علم الضبط" کے عنوان سے حافظ محمد مصطفیٰ راسخ نے ایک کتابچہ لکھا ہے۔ اور پروفیسر حافظ احمد یار کی کتاب "قرآن و سنت چند مباحث" کی پہلی جلد میں ایک مضمون علاماتِ ضبط کی ابتداء کے نام سے لکھا ہے جس میں برِ صغیر کے مصاحف کے چند کلمات کے ضبط کی نشاندہی کی گئی ہے اور علم الضبط کی ابتداء اور موجودہ دور میں اس کی ضرورت واہمیّت کو بیان کیا گیا ہے۔

ادارہ محدث کے مجلّہ "رُشد" کی خصوصی اشاعت "قراءت نمبر" کے شمارہ نمبر 2 ستمبر 2009ء میں "علم الضبط کا آغاز وارتقاء اور ممیّزات" کے عنوان سے ایک مضمون حافظ احمد یار صاحب کی کتاب سے لیا گیا ہے۔ اور اسی سلسلہ کے شمارہ نمبر 3

مارچ 2010ء میں حافظ انس نضر اور حافظ مصطفیٰ راسخ نے ایک مضمون "پاکستانی مصاحف کی حالتِ زار" کے نام پر لکھا ہے جس میں پاکستانی مصاحف میں رسم و ضبط اور وقوف کی غلطیوں پر روشنی ڈالی ہے اور مصاحف کی تیاری میں رسم و ضبط اور وقوف کے اصول و ضوابط پر توجہ دینے کی ضرورت کا احساس دلایا ہے۔ اور اب پھر اسی مجلّہ "رُشد" کی خصوصی اشاعت "قراءت نمبر" کی تیاری جاری ہے جس میں راقمہ نے علم الضبط سے متعلق "قرآنِ کریم میں تنوین کا ضبط" اور "محذوف حروفِ مدہ کا ضبط" کے عنوان سے دو مختلف مضامین علم الضبط کے بنیادی قواعد کی روشنی میں ترتیب دیے ہیں۔ اس کے علاوہ "قرآنِ کریم کا نظامِ نقط واعجام اور اس سے متعلقہ مستشرقین کے اعتراضات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" کے عنوان سے حافظ محمد اجمل نے 2008 میں پنجاب یونیورسٹی کے شیخ زاید اسلامک سنٹر سے پی ایچ۔ڈی کی سطح کا ایک مقالہ لکھا۔ اس مقالہ کے ایک باب میں علم الضبط کی علامات کو واضح کیا گیا اور ان میں سے چند علامات زیر بحث لایا گیا ہے۔ اور علم الضبط کے متعلق مستشرقین و متجددین کے اعتراضات کا کو زیر بحث لایا گیا اور ان کے جوابات دیے گئے ہیں۔ اور "قرآنی نقط و اعراب اور استشراقی تعبیرات و اوہام: ناقدانہ جائزہ" کے عنوان سے حافظ محمد اجمل نے ہزارہ اسلامیکس جون تا جنوری 2016ء میں ایک مضمون لکھا ہے۔ اور 2017 میں "قرآنِ کریم کا ضبط اور اس سے متعلقہ اہم مباحث (تحقیقی مقالہ) کے عنوان سے یونیورسٹی آف لاہور، لاہور کیمپس سے راقمۃ الحروف نے ڈاکٹر حافظ انس نضر مدنی کی زیرِ نگرانی ایم۔ فل سطح کا ایک مقالہ لکھا ہے جس میں علم الضبط کے آغاز وارتقاء سے لے کر بنیادی قواعد الضبط، علاماتِ ضبط اور ان کی مختلف صورتوں کو مدلل انداز میں تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ جس مقالہ کا زبانی امتحان (Viva) پاکستان کے معروف قاری ڈاکٹر احمد میاں تھانوی صاحب نے لیا، اور اس کو اپنی طرز کا منفرد اور معیاری علمی مقالہ قرار دیا۔ اور "علم الضبط" کے عنوان سے موصوفہ نے ایک مضمون ششماہی "تبیین" (جو کہ کتابت کے مراحل میں ہے) میں لکھا ہے۔

اور پاکستان میں پچھلے مطبوعہ مصاحف میں سے کوئی مصحف رسمِ عثمانی/رسمِ قرآنی اور قواعد الضبط سے مکمل موافق و مطابق نہیں ہے۔ البتہ اب ادارہ دارالسّلام نے ایک مصحف رسمِ عثمانی کے موافق طبع کیا ہے اور اس میں رموزِ اوقاف پر بھی توجہ دی گئی ہے اور کئی کلمات کے ضبط کو بھی درست کیا گیا ہے۔ تاہم مکمل قواعد الضبط کا لحاظ نہیں کیا گیا۔

اسی طرح المصباح ادارے نے قاری ڈاکٹر حافظ رشید احمد تھانوی کی زیرِ نگرانی ایک مصحف تیار کیا ہے جو کہ ابھی طباعت کے تکمیلی مراحل میں ہے اور منظرِ عام پر نہیں آیا۔ اس مصحف کی نمایاں خوبیاں یہ ہیں کہ اس میں سطروں میں متن کی ترتیب حسبِ معنی لگائی گئی ہے تاکہ سطر کے آخر میں قاری کے وقف کرنے کی صورت میں معنی میں تبدیلی نہ آنے پائے۔

اور ادارہ محدّث بھی ایک مصحف کی تیاری میں مصروف ہے۔ جو رسمِ عثمانی و فن الضبط کے مطابق تیار کیا جارہا ہے۔

اہم نتائج وسفارشات

زیرِ بحث مقالہ سے حاصل ہونے والے نتائج کو چند پوائنٹس کی صورت میں دہرانا چاہتی ہوں۔

1۔ قرآنِ کریم پر موجود حرکات اور نقاط کے فن کو علم الضبط کہتے ہیں۔ علم الضبط تین بڑے مراحل میں سے گزر کر موجودہ شکل میں پہنچا۔ سب سے پہلے امام ابوالاسود الدؤلی (ت 69ھ) نے اعراب کو سرخ روشنائی سے نقطوں کی صورت میں ظاہر کیا۔ پھر امام نصر بن عاصم اللیثی (ت 89ھ) اور امام یحیٰ بن یعمر العدوانی (ت 129ھ) نے حروف کے نقطے مصاحف کی ہم رنگ سیاہی سے لگائے۔ پھر امام الخلیل بن احمد الفراہیدی (ت 170ھ)

نے اعراب کے نقطوں کو حرکات میں بدل کر ان کو خوبصورت شکلیں دیں جو آج تک رائج ہیں۔

2۔آغاز میں کچھ شیوخ نے اس فن کے متعلق کچھ تردد کا مظاہرہ کیا لیکن پھر جلد ہی سب اس کے استحباب و وجوب پر متفق ہو گئے۔

3۔ مستشرقین اور مغربی تہذیب سے مرعوب بعض مسلم متجددین اسلام دشمنی کی بناء پر مصاحف کے نقاط و اعراب سے خالی ہونے کو اختلافِ قراءات کا سبب ٹھہراتے ہیں۔تاکہ قراءات کو من گھڑت ثابت کر کے خارج القرآن قرار دیا جائے(جو کہ ظاہر ہے مسلمان کبھی نہیں ہونے دیں گے)اور اس بنا پر قرآنِ کریم کو محرّف کتاب ثابت کیا جاسکے۔

4۔علم الضبط ایسا موضوع ہے جس سے ہماری عوام بالکل ناآشنا ہیں۔بلکہ خواص بھی اس کے متعلق کچھ زیادہ اور واضح معلومات نہیں رکھتے۔

5۔اس فن سے عدمِ واقفیت کی بناء پر اور اس طرف علماء و شیوخ کا رجحان کم ہونے کی بناء پر اس موضوع پر کام بھی بہت کم ہوا ہے۔کتب انتہائی کم دستیاب ہیں۔اور جو تھوڑی بہت ہیں وہ عربی زبان میں ہیں۔ملکی و قومی زبانوں میں اس کے متعلق کوئی مواد نہیں ملتا جس کی وجہ سے اس علم سے آشنائی نہیں ہے۔اور اسی عدمِ واقفیت کی وجہ سے مصاحف کی طباعت میں ضبط کی بہت غلطیاں رواج پا گئی ہیں۔

چنانچہ اس موضوع پر تحقیق کرنے سے میں نے عوام و خواص مسلمانوں کے لئے جو تشنگی و کمی محسوس کی اس کو دور کرنے کے لئے چند تجاویز پیش خدمت ہیں۔گزارش ہے کہ ان پر غور کیا جائے۔اور جو مناسب محسوس ہوں ان پر عملدرآمد کیا جائے۔

6۔علم الضبط کو تخصیص کے ساتھ زیرِ بحث لایا جائے۔

7۔اس موضوع کی اہمیت کے باعث اہلِ علم بالخصوص سکالرز کے تعاون کو یقینی بنایا جائے۔جس سے معلومات کا حصول بھی آسان ہو گا اور استنادی حیثیت کو بھی تقویت ملے گی۔

8۔موضوع سے متعلقہ بنیادی کتب سے براہِ راست اس پر روشنی ڈالی جائے تاکہ خود ساختہ و بے بنیاد چیزوں اور مبالغہ آرائی سے بچا جاسکے۔

9۔علوم القرآن کی کتب میں اس موضوع کو بھی زیرِ بحث لایا جائے تاکہ عام طالب علم بھی اس سے واقف ہوں۔

10۔قرآنِ کریم کے دیگر علوم کی طرح علم الضبط کی تعلیم بھی دینی اداروں میں لازم قرار پائے تاکہ یہ علم بھی عام ہو۔

11۔اس موضوع پر ریسرچ سکالرز سے ریسرچ کروائی جائے تاکہ اس سے متعلقہ شبہات کا دلائل کے ساتھ ازالہ کیا جاسکے۔12۔اور مستشرقین و متجددین کی اس حوالے سے کی جانے والی سازشوں کو بے نقاب کیا جاسکے۔

13۔اس علم کو عالمی اور ملکی سطح پر اجاگر کیا جائے۔اور مسلم حکومتوں پر اس بات کا زور ڈالا جائے کہ وہ سرکاری قرآن کمیٹیوں میں اس فن کے ماہرین کو لازمی رکن کا درجہ دیں۔تاکہ مصاحف کی ہر قسم کی اغلاط سے پاک طباعت کو مستحکم بنایا جائے۔اور قارئین اصلی اور صحیح ضبط سے آشنا ہوں اور ہر مسلمان قرآنِ کریم کی صحیح ضبط کے مطابق تلاوت کر سکے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

1. سورۃ الحجر، 9:15
2. سورۃ فصلت، 42:41
3. المارغني، أبو إسحاق إبراهيم بن أحمد، دليل الحيران على مورد الظمآن، دار الحديث القاهرة: ص345، بدون التاريخ
4. السيوطي، أبو عبد الرحمن جلال الدين، الجامع الأحاديث: 8 / 247 / رقم الحديث: 7233، بدون التاريخ
5. سورۃ الشعراء، 26:192-195
6. البخاري، أبو عبد الله محمد بن اسماعيل، الجامع الصحيح: كتاب فضائل القرآن، باب خيركم من تعلم القرآن و علمه، (رقم الحديث: 5027)، ت محمد زهير بن ناصر الناصر، الطبعة الأولى، دار طوق النجاة، 1422ھ
7. الجرجاني، علي بن محمد بن علي، التعريفات: ص137، دار الكتب العلميه بيروت، لبنان، الطبعة الأولى 1403ھ
8. الهروي، أبو عبيد قاسم بن سلام، الناسخ والمنسوخ في القرآن العزيز (المقدمہ): ص84، مكتبة الرشد، الرياض، الطبعة الثانية 1418ھ
9. الجوهري، أبو نصر إسماعيل بن حماد، الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية: 3 / 1165، دار العلم للملايين بيروت الطبعة الرابعة 1407ھ
10. الداني، أبو عمرو عثمان بن سعيد، المحكم في نقط المصاحف، ت الدكتور عزة حسن (مقدمة المحقق): ص26، دار الفكر دمشق
11. أيضاً
12. الأزهري، أبو منصور محمد بن أحمد، تهذيب اللغة: 10 / 17، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولى 2001م
13. النووي، أبو زكريا محي الدين يحي بن شرف، التبيان في آداب حملة القرآن: ص189، دار ابن حزم للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت
14. أيضاً
15. ابنِ تيميه، تقي الدين أبو العباس، مجموع فتاوىٰ: 12 / 586، مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف المدينة النبوية، 1416ھ
16. الصفدي، صلاح الدين خليل بن أيبك، تصحيح التصحيف وتحرير التحريف: ص4، مكتبة الخانجي القاهرة، الطبعة الأولى 1407ھ
17. الداني، أبو عمرو عثمان بن سعيد، المحكم في نقط المصاحف: ص2، دار الفكر دمشق، الطبعة الثانية، 1407ھ
18. ابنِ عساكر، أبو القاسم علي بن حسن، تاريخ دمشق: 25 / 176، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، 1415ھ-1995م
19. ابنِ نديم، أبو الفرج محمد بن اسحاق، الفهرست: ص61، دار المعرفة، بيروت لبنان، الطبعة الثانية، 1417ھ-1997م
20. اليافعي، أبو محمد عفيف الدين، مرآة الجنان وعبرة اليقظان: 1 / 162، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان، الطبعة الأولى، 1417ھ-1997م
21. الداني، المحكم: ص3؛ ابنِ عساكر، تاريخ دمشق: 25 / 193.
22. الداني، أبو عمرو عثمان بن سعيد، النقط: ص130، مكتبة الكليات الأزهرية القاهرة؛ السيوطي، الإتقان: 4 / 185.
23. السيوطي، جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر، الإتقان في علوم القرآن: 4 / 184، الهيئة المصرية العامة للكتاب، 1394ھ-1974م

24. الداني، المحكم في نقط المصاحف: ص7
25. الداني، النقط: ص129
26. الذهبي، أبو عبد الله شمس الدين محمد بن أحمد، معرفة القرّاء الكبار على الطبقات والأعصار: ص39، دار الكتب العلمية، 1417ھ
27. أيضاً
28. ابن منظور، محمد بن مكرم بن علي الأفريقي، لسان العرب: 1/15، دار صادر، بيروت، الطبعة الثالثة، 1414ھ
29. الداني، المحكم: ص36
30. أيضاً
31. الذهبي، معرفة القرّاء الكبار: ص39
32. الداني، المحكم: ص31-32
33. أيضاً: ص37
34. الداني، المحكم (مقدمة المحقق): ص39
35. الصفدي، تصحيح التصحيف: ص13
36. خلیل بن احمد کا پورا نام، ابو عبد الرحمٰن الخلیل بن احمد بن عمرو بن تمیم الفراہیدی البصری ہے۔ (الزبيدي، طبقات النحويين واللغويين: ص47)
37. Fatima, Noor, Sajid Anwar, Saad Jaffar, Amara Hanif, Hafiz Muhammad Hussain, Muhammad Waseem Mukhtar, and D. Khan. "An insight into animal and plant halal ingredients used in cosmetics." Int J Innov Creat Chang 14 (2020): 2020.
38. ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر الدمشقي، البداية والنهاية: 8/67، ت علي شيري، دار إحياء التراث العربي، ط140ھ-1988م
39. أيضاً: 8/335؛ ابن الجزري، أبو الخير شمس الدين، غاية النهاية في طبقات القراء: 11/346، مكتبة ابن تيمية، 1351ھ.
40. معرفة القراء للذهبي: 1/71؛ غاية النهاية: 2/326؛ السيوطي، جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر، بغية الوعاة في طبقات اللغويين والنحاة: 2/313، ت أبو الفضل إبراهيم، المكتبة العصرية لبنان، بدون التاريخ.
41. معرفة القراء: 1/67؛ غاية النهاية لابن الجزري: 2/381؛ الزبيدي، أبو بكر محمد بن الحسن الإشبيلي، طبقات النحويين واللغويين: ص27، ت محمد أبو الفضل إبراهيم، دار المعارف؛ بغية الوعاة: 2/345.
42. المحكم: ص9؛ طبقات النحويين: ص47؛ بغية الوعاة: 1/557.
43. کھگہ، فیروز الدین شاہ، اختلافِ قراءات اور نظریہ تحریفِ قرآن: 165، شیخ زاید اسلامک سنٹر پنجاب یونیورسٹی، لاہور؛ جولد زیہر، مذاهب التفسير الاسلامي: ص4، مترجم الدكتور عبد الحليم النجار، مطبعة السنة المحمديه، القاهرة، مصر، 1373ھ-1955م؛ مقدمة الكتاب المصاحف: 7-8
44. الدكتور رمضان عبد التواب، فصول في فقه اللغة: ص377-378، مكتبة الخانجي، القاهرة، مصر، 1420ھ-1999م
45. أيضاً
46. الدكتور رمضان عبد التواب، فصول في فقه اللغة: ص377-378، مكتبة الخانجي، القاهرة، مصر، 1420ھ-1999م
47. أيضاً
48. قاری ابراہیم میر محمدی، قراءاتِ قرآنیہ کا مقام اور مستشرقین کے شبہات کا جائزہ، ماہنامہ رشد قراءت نمبر1، ص420
49. الدكتور جواد علي، مفصل في تاريخ العرب: 16/246-247، دار الساقي، بيروت، 1422ھ-2001م

50. برِّصغیر میں منکرینِ حدیث کی صفِ اول میں شمار ہوتا ہے، مسلکِ اعتزال کا بھی بڑا زبردست مداح ہے۔
51. غلام پرویز احمد غامدی، مقامِ حدیث: ص298، ماہنامہ طلوعِ اسلام، جولائی 1955
52. برِّصغیر پاک وہند کے منکرینِ قراءت ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ اپنے حلقہ میں مقتدر عالمِ دین، وسیع النظر محقق اور اردو و فارسی کے ادیب و شاعر کے طور پر معروف ہے۔ اپنے فنِ نعت گوئی کی وجہ سے اپنے حلقہ میں "حسّان الہند" کے نام سے مشہور تھا۔ علم الرجال پر بھی کافی نظر رکھتا تھا۔ تمنّا عمادی، اعجاز القرآن واختلافِ قراءت: ص57-58، الرحمن پبلشنگ ٹرسٹ، ناظم آباد، کراچی، پاکستان 1993ء
53. رحمت اللہ طارق، عربی حروف کے لئے نقطے کب ایجاد ہوئے؟ تاریخ، لغت اور عربی اشعر کی روشنی میں، در اعجاز القرآن واختلاف قراءت، ص784
54. البخاري، الجامع الصحيح: كتاب فضائل القرآن، باب أنزل القرآن على سبعة أحرف، رقم الحديث: 4991